کی باتیں کررہے ہیں، جیسا کہ مضمون کے شروع میں سعودی عرب پر قبضہ کے بارے میں امریکی یہودیوں کے نمائندوں کے مطالبہ کا ذکر کیا گیا۔ اس طرح مسلمانوں اور یہودیوں کی جنگ اور کشمکش اس نازک مرحلہ میں داخل ہوگئی ہے جس کے بعد یہود و نصاریٰ تمام اسلامی ممالک پر حملے کرکے براہ راست ان کو اپنی گرفت میں لینا چاہتے ہیں، تاکہ اسلام کو ابھرنے کا موقعہ نہ ملے۔ فرعون مصر کو موسیٰ علیہ السلام کے پیدا ہونے کا خطرہ ہوا تو اس نے بنی اسرائیل کی نسل کشی شروع کی۔ اسی طرح یہود و نصاریٰ کو یقین کی حد تک معلوم ہے کہ قرآن میں **لیظھرہ علی الدین کلہ** یعنی اسلام کے تمام ادیان باطلہ پر غالب ہونے کی پیشین گوئی موجود ہے اور وہ پوری ہوکر رہے گی اور اسی زمانہ میں پوری ہوکر رہے گی، اس وجہ سے انہوں نے مسلمانوں کی نسل کشی کے لئے ان پر جنگ و جدال کا بازار گرم کررکھا ہے۔اس وقت کشمکش و پیکار کے بادل صہیونی پلاننگ کے مطابق عالم عرب کی طرف تیزی سے بڑھ رہے ہیں اور یہ بات نہ صرف عربوں بلکہ پوری انسانیت کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا کے وجود کے لئے عربوں کی حیثیت ریڑھ کی ہڈی کی ہے۔ جب وہ ٹوٹ جائے گی تو دنیا بھی تیزی سے بکھر جائے گی، ختم ہوجائے گی (مجمع الزوائد) اسی طرف وہ حدیث بھی اشارہ کرتی ہے جو ابوداؤد کتاب الملاحم میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ **عمران بیت المقدس خراب یثرب، خراب یثرب خروج الملحمۃ، خروج الملحمۃ خروج الدجال** (بیت المقدس یعنی اسرائیل کے قائم ہونے کا لازمی مطلب مدینہ منورہ یعنی سعودی عرب کی تباہی ہے۔ سعودی عرب کی تباہی کا لازمی مطلب عالمگیر جنگوں کی ابتدا ہے۔عالمگیر جنگ کا لازمی مطلب دجال کا خروج ہے) اس آخری حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اسرائیل دجال کے دلال کی حیثیت رکھتا ہے اور یہودی اس کے لئے اسٹیج تیار کررہے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اسرائیل سے صرف عراق یا ایران کو ہی خطرہ نہیں خود سعودیوں کو بھی خطرہ ہے۔ اس لئے مسلم حکمرانوں کو اس دجالی خطرہ سے نمٹنے کے لئے سر جوڑ کر بیٹھنا چاہئے۔ اسرائیلی خطرہ سے نمٹنے کے بارے میں اسلام ہمیں کیا ہدایات دیتا ہے؟ یہودیوں کے فساد عظیم کا یہ دوسرا مرحلہ کب پورا ہوگا؟ اس کی پاداش میں یہودیوں کے استیصال کے کیا امکانات ہیں؟ اسلام کے درخشاں مستقبل کی نوید کا اتمام کب ہوگا؟ مغربی ممالک کے عراق کے بعد ایران، شام اور ترکی پر قبضہ کے عزائم کیا ہیں؟ غلبہ اسلام کے تیسرے مرحلہ کی کیا کیا علامات دنیا میں ظاہر ہوچکی ہیں؟ ان کے بارے میں اگلے شمارہ میں معروضات پیش خدمت ہوں گی (انشاء اللہ تعالیٰ)

اشرافیہ طبقہ کا پاکستان

میں گذشتہ پچاس برس سے پاکستان کے اہم ترین سیاسی عہدوں پر فائز رہنے کے بعد اندر کے حالات کے گہرے مطالعے اور جائزے کے بعد اس حتمی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ:

"پاکستان کا موجودہ نظام باطل ہے۔ اشرافیہ طبقہ کا اپنا الگ پاکستان ہے، جس پر وہ قابض ہیں۔ وہ اس ملک کی تمام نعمتوں سے فیضیاب ہیں۔ عوام الناس کا پاکستان مسمار اور منہدم ہوچکا ہے۔ وہ تاریخی عمل جس کی ابتدا 1950ء میں رکھ دی گئی تھی، آج اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہے۔ ہمارے تمام مسائل آج ناقابل حل ہوچکے ہیں۔"

ملک معراج خالد

(سابق وزیراعظم پاکستان)

مولانا محمد اسماعیل انڈھڑ

تحریک مجاہدین کا ایک باب

اس عظیم تحریک کی ابتدا امام امت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی تعلیمات سے ہوئی، پھر شاہ صاحب کی اولاد اور ان کے شاگردوں نے اسے پروان چڑھایا، خاص طور پر شاہ صاحب کے فرزندار ارجمند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کے قابل احترام بھائیوں شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر اور شاہ عبدالغنی کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ وہ دور فی الواقع سخت ابتلا اور آزمائش کا دور تھا۔ مغل سلطنت کے جاہ جلال کا آفتاب ڈوب رہا تھا، سکھوں اور مرہٹوں نے پورے ملک میں فتنہ برپا کردیا تھا۔ انگریز برصغیر میں قدم جمانے کی تدبیریں کر رہے تھے۔ شاہ عبدالعزیز نے اس تحریک کی باگیں مجاہد امت حضرت سید احمد بریلوی کے ہاتھ میں دیں اور شاہ صاحب کے حقیقی بھتیجے مولانا اسمٰعیل شہیدؒ اور ان کے جاں نثار ساتھیوں نے اسے اپنے لہو سے تابندہ کیا۔ حقیقت میں یہ ایک عوامی سیاسی تحریک تھی۔ اس کا مقصد غیر مسلموں کے اقتدار اور ان کے بے پناہ مظالم سے مسلمانوں کو نجات دلانا تھا۔ اگرچہ سید احمد اور مولانا اسماعیل اپنے چھ سو رفقا کے ساتھ 2 مئی 1831ء کو بالاکوٹ میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے تاہم اس تحریک نے مظلوموں کے قلوب میں وہ آگ روشن کردی جو بار بار بھڑکتی رہی۔

انگریز، سکھوں کے بعد مسلمانوں کے ایسے دشمن ہوئے کہ ہر پابند شرع مسلمان پر "وہابی" ہونے کا الزام لگا کر کالے پانی بھیجتے یا سولیوں پر لٹکا دیتے۔ مجاہدین کے مرکزوں، پنج تار اور ستھانہ پر انگریزی فوجوں نے جانے کتنی بار آگ برسائی اور ایسے ایسے ظلم ڈھائے کہ ان کا ذکر بھی سخت سے سخت دل کو پانی کردینے کے لئے بہت ہے۔ اس عظیم تحریک کے مقاصد میں کس قدر جاذبیت اور اس کے مقدس و محترم رہنما میں کس بلا کی مقناطیسی قوت موجود تھی کہ اس کی ایک آواز پر مسلمان صحراؤں اور جنگلوں کو عبور کرکے، بھوک پیاس کی شدت برداشت کرتے، خطرات جھیلتے، کفن بردوش اور سربکف انتہائی تکلیف دہ دشوار گزار پہاڑوں میں کھنچے چلے آتے تھے۔

فرنگی حکومت نے ان مجاہدین کو ہندوستان میں تہہ خاک کرنے کے لئے جو شرمناک ہتھکنڈے ایجاد کئے۔ ان کے تصور ہی سے روح کانپنے لگتی ہے۔ سید احمد بریلوی کی شہادت کے بعد جماعت مجاہدین کے باقی ماندہ افراد ستھانہ چلے گئے تھے۔ جہاں انہوں نے اپنا مرکز قائم کرلیا۔ ستھانہ دریائے سندھ کے دائیں جانب کی سرزمین، یوسف زئی وادی اور ٹوپی برطانوی سرحدی چوکی کے درمیان کوہ مہابن کی چھاؤں میں زمین کا ایک پتلا سا ٹکڑا ہے۔ برطانوی ہند کی حدود سے باہر یہ زمین عثمان زئی قبائل کی ملکیت تھی۔ اس میں چند اور بستیوں کے علاوہ بالائی اور زیریں ستھانہ کے گاؤں بھی شامل تھے۔ مدت دراز سے یہ علاقہ تخت بند کے سید ضامن شاہ کے قبضے میں تھا۔ سید ضامن شاہ تارک الدنیا بزرگ تھے۔ اور کسی جھگڑے میں انہیں اپنے علاقے سے جلا وطن کردیا گیا تھا۔ ان کے پوتوں عمر شاہ اور اکبر شاہ نے ابتدا ہی سے سید احمد بریلوی کی تحریک جہاد میں شرکت کی تھی۔ اور اکبر شاہ تو سید احمد کے خازن کی حیثیت سے کام کرتے تھے۔ انہوں نے سید صاحب کی شہادت کے بعد مجاہدوں کو ستھانہ آنے کی دعوت اور انہیں اپنے علاقے میں بسا دیا۔ اکبر شاہ زیریں ہزارہ انگریزی فوج

کے قبضے میں چلا گیا تو وہ سوات لوٹ آئے اور وہاں سردار منتخب ہوگئے۔ ان کی غیر حاضری میں عمر شاہ ستھانہ کے سردار تھے۔ انگریزوں نے عمر شاہ کو پیغام بھیجا کہ وہ مجاہدوں کو اپنے علاقے میں پناہ نہ دیں، انہیں وہاں سے نکال دیں، ورنہ ستھانہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے گی۔ عمر شاہ نے یہ پیام حقارت سے ٹھکرادیا۔ تب انگریز کمشنر پشاور نے نئی چال چلی اور عثمان زئی قبیلے کو زرو مال کا لالچ دے کر کہا کہ اگر وہ ستھانہ پر حملہ کردے تو فتح کے بعد یہ علاقہ دوبارہ انہی کی ملکیت میں دے دیا جائے گا اور اس حملے میں انگریزی فوج بھی ان کی مدد کرے گی، چنانچہ عثمان زئیوں نے 30اپریل 1857ء کو ستھانہ پر حملہ کردیا۔ اس معرکے میں عمر شاہ نے شہادت پائی۔ مجاہدین بے جگری سے لڑے انگریز افسر میول اپنی ڈائری میں لکھتا ہے :"ہندوستانیوں کی لڑائی کی نمایاں خصوصیات میں سے ایک خصوصیت ان کا مذہبی جوش وخروش ہے۔ وہ میدان جنگ میں اس دلیری اور دلجمعی آتے تھے کہ ان کے استقبال اور ہمت پر آفرین کہنے کو جی چاہتا تھا۔ وہ مکمل خاموشی سے کسی قسم کے نعرے یا آواز کے بغیر آرہے تھے اور بہترین لباس میں ملبوس تھے۔ زیادہ تر سفید لباس میں۔ وہ جب موقع پاتے، سرفروشانہ جذبے سے حملہ کرتے۔ ان کا ایک ایک فرد آخر تک جما رہتا ہے.....میدان سے پیٹھ موڑ کر بھاگنا وہ جانتے ہی نہ تھے۔ ان کی جنگ مختصر اور فیصلہ کن ہوتی۔ آخر یہ بہادر یا غازی بن کر واپس جاتے یا وہیں شہید ہوجاتے۔"

ستھانہ کی اس جنگ میں بہت سے مجاہدین درجہ شادت کو پہنچے۔ انگریزوں کا بھی خاصا نقصان ہوا۔ فتح کے بعد انگریزی فوج نے ستھانہ کو بے رحمی سے تباہ کیا۔ سارے مکانات ڈھادیئے گئے۔ انہیں گرانے کے لئے ہاتھی لائے گئے تھے، حصار اور استحکامات بارود لگا کر اڑا دیئے، درخت کاٹ کاٹ کر گرادیئے گئے اور جو کاٹے نہ جاسکے، ان کی چھالیں نوچ ڈالی گئی تاکہ وہ پھر پنپ نہ سکیں۔ دوسرے قبائل کی اس شرط پر جاں بخشی کی گئی کہ وہ ستھانہ میں مجاہدین کو واپس نہ آنے دیں گے، لیکن مجاہدین کے حوصلے ہنوز بلند تھے۔ انہوں نے ایک طرف سرحد میں انگریزوں کو ناکوں چنے چبوائے دوسری طرف شمالی اور جنوبی ہند میں اس عظیم الشان تحریک جہاد میں نئی روح پھونکنے کا اہتمام کیا۔ اصلاح وتنظیم کا مرکز عظیم آباد پٹنہ اور اس کا محلہ صادق پور تھا۔ سید احمد بریلوی نے اپنی حیات میں میدان جنگ سے دو بزرگوں مولانا محمد علی رامپوری اور مولانا ولایت علی کو حیدرآباد دکن روانہ کیا، وہ وہیں تھے کہ بالاکوٹ کے حادثے کی اطلاع ہوئی۔ سید احمد شہید کے خلفائے عظام میں اب سارا بار مولانا ولایت علی پر آن پڑا۔ آپ فی الفور حیدرآباد سے پٹنہ واپس آئے اوراپنی مسیحا نفسی، روحانیت، تنظیمی قابلیت اور جدوجہد سے پژمردہ جسموں اور مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونک دی۔ لوگوں نے از سرنو جہاد کی بیعت لی، بیت المال قائم کیا، مرکزی مسجدوں میں خطیب اور واعظ مقرر کیے، بنگال اور دوسرے صوبوں میں مبلغ بھیجے، قصبوں اور دیہات میں مسلمانوں کی اصلاح کے لئے علما روانہ کئے۔ مجمعوں اور میلوں میں وعظ شروع کیا، گاؤں گاؤں، قصبے قصبے دورہ کیا۔ آپ کو اکثر اپنے مرکز مقام پر پہنچنے میں مہینوں، برسوں لگ جاتے۔ لوگوں کو کفار اور انگریزوں کے خلاف جہاد کی تلقین کرتے۔ درس، تزکیہ، اصلاح اور تربیت کے مشاغل سفر وحضر میں جاری رہتے۔ اس تمام مدت میں اس مرکز کا تعلق سرحد کے مرکز سے رہا۔ ایک مرتبہ آپ خود سرحد تشریف لے گئے۔ اور وہاں بالآخر 1269ہجری میں وہیں وفات پائی۔

مولانا ولایت علی کا مشن مولانا احمد اللہ اور مولانا یحییٰ علی نے آگے بڑھایا اور اس انداز میں کام کیا کہ تحریک مجاہدین کا سب سے بڑا دشمن ڈاکٹر سرولیم ہنٹر بھی داد دینے پر مجبور ہوگیا۔وہ اپنی مشہور کتاب "ہندوستانی مسلمان" میں لکھتا ہے:

"یہ لوگ مشینوں کی طرح ان تھک کام کرتے ہیں اور بے لوث دبے نفس ہیں۔ ان کا طریق زندگی ہر شبہے سے بالاتر ہے۔ اپنے مراکز کو روپیہ اور آدمی فراہم کرنے کی